جائیں۔ میں نے دیکھا ہے کہ بہت سے لوگ جن کے اندر حلال و حرام کی تمیز پیدا ہو چکی ہے، یہ شرط لگاتے ہیں کہ حلال تو ملے، مگر زندگی کا معیار وہی رہے جو حرام خوری کے زمانہ میں ہم نے اختیار کیا تھا۔ یہ شرط انہیں مجبوراً اسی حرام خوری میں مبتلا رکھتی ہے۔ حلال خوری پر آدمی قائم اسی وقت رہ سکتا ہے جب کہ وہ اس امر کا فیصلہ کر لے کہ کھانا ہر حال حلال ہے قطع نظر اس سے کہ وہ پلاؤ ہو یا چٹنی، پہننا ہر حال حلال ہے، خواہ وہ نفیس کپڑے ہوں یا ٹاٹ کا پیوند لگا ہوا گاڑھا۔

رشوت اور خیانت کو حلال سمجھنے والے

"سرکاری اہلکاروں کو جو نذرانے اور ہدیے اور تحفے ان کی طلب اور جبر و اکراہ کے بغیر کاروباری لوگ اپنی خوشی سے دیتے ہیں، انہیں ملازمت پیشہ حضرات بالعموم جائز سمجھتے ہیں اور کہتے ہیں کہ یہ رشوت کی تعریف میں نہیں آتا۔ اس لئے یہ حلال ہونا چاہیے۔ اسی طرح سرکاری ملازموں کے تصرف میں جو سرکاری مال ہوتا ہے اسے بھی اپنی ذاتی ضرورتوں میں استعمال کرنا یہ لوگ جائز سمجھتے ہیں۔ میں اپنے حلقۂ ملاقات میں اس گروہ کے لوگوں کو سمجھانے کی کوشش کرتا ہوں، مگر میری باتوں سے ان کا اطمینان نہیں ہوتا۔"

ایک شخص یا اشخاص سے دوسرے شخص یا اشخاص کی طرف مال کی ملکیت منتقل ہونے کی جائز صورتیں صرف چار ہیں۔ ایک یہ کہ ہبہ یا عطیہ ہو برضا و رغبت۔ دوسرے یہ کہ خرید و فروخت ہو، آپس کی رضامندی سے۔ تیسرے یہ کہ خدمت کا معاوضہ ہو، باہمی قرارداد سے۔ چوتھے یہ کہ میراث ہو، جو از روئے قانون ایک کو دوسرے سے پہنچے۔ ان کے ماسوا جتنی صورتیں انتقال ملکیت کی ہیں، سب حرام ہیں۔ اب دیکھنا چاہیے کہ جو روپیہ ایک اہلکار کسی صاحب غرض سے لیتا ہے۔ یا جو استفادہ وہ اس مال سے کرتا ہے جو دراصل پبلک کا مال ہے اور پبلک کاموں کے لئے اس کے تصرف میں دیا جاتا ہے، اس کی حیثیت کیا ہے۔ ظاہر ہے کہ وہ خرید و فروخت اور میراث کی تعریف میں تو آتا نہیں۔ پھر کیا وہ ہبہ یا عطیہ ہے؟ اس کا فیصلہ کرنے کے لئے ایک سوال کا جواب کافی ہے: کیا یہ ہبہ یا عطیہ ایک اہل کار کو اس صورت میں بھی ملتا، جبکہ وہ اس منصب پر نہ ہوتا، یا پنشن پر الگ ہو چکا ہوتا؟ اگر نہیں تو یہ عطیہ یا ہبہ نہیں ہے کیونکہ یہ اس کے منصب کی

وجہ سے اس کے پاس آرہا ہے نہ کہ کسی ذاتی تعلق یا محبت یا ہمدردی کی بنا پر - اب کیا یہ ان خدمات کا معاوضہ ہے جو ایک اہلکار اپنے منصب کے سلسلہ میں انجام دیتا ہے ؟ ظاہر ہے کہ یہ درحقیقت معاوضہ بھی نہیں ہے ۔ معاوضہ تو صرف وہ تنخواہ اور الاؤنس ہیں، جو ملازم ہونے کی حیثیت سے آدمی کو ملتے ہیں، ان کے ماسوا جو کچھ ایک اہلکار اپنے فرائض منصبی ادا کرنے کے سلسلہ میں حاصل کرتا ہے ۔ وہ یا تو خیانت ہے ، جو پبلک فنڈیں سے کی جاتی ہے ، یا ناجائز خدمات کا معاوضہ ہے ، جو شرائط ملازمت کے خلاف عمل کرنے کے بدلہ میں آدمی کو ملتا ہے ، یا جائز خدمات کا ناجائز معاوضہ ہے کیونکہ شرائط ملازمت کے حدود میں رہتے ہوئے کام کرنے کا معاوضہ تو بشکل تنخواہ آدمی پہلے ہی لے چکا ہے ، اس پر پھر مزید معاوضہ حاصل کرنا صریح طور پر حرام خوری ہے

لوگوں سے کہئے ، کہ اگر حرام کھاتے ہو ، تو کم از کم اسے حرام تو سمجھو ، شاید کبھی اللہ اس سے بچنے کی توفیق دیدے لیکن اگر حرام کو حلال بنا کر کھایا تو تمہارے ضمیر مردہ ہو جائیں گے کبھی حرام سے بچنے کی خواہش دل میں پیدا ہی نہ ہو سکے گی ، اور جب خدا کے ہاں حساب دینے کھڑے ہو گے ، تو تم کو معلوم ہو جائیگا کہ حقیقت تمہارے بدلنے سے نہیں بدل سکتی ، حرام حرام ہی ہے ، خواہ تم اسے حلال بنانے کی کتنی ہی کوشش کرو - پھر لوگوں سے کہئے کہ اگر خدا اور آخرت اور حساب اور جزا و سزا ، یہ سب تمہارے نزدیک محض افسانہ ہی افسانہ ہے ، تب تو حرام و حلال کی بحث فضول ہے جانوروں کی طرح جس کھیت میں ہریالی نظر آئے اس میں گھس جاؤ ، اور جائز و ناجائز کی بحث کے بغیر کھاؤ ، جتنا کھایا جا سکے ، لیکن اگر تمہیں یقین ہے ، کہ اوپر کوئی خدا بھی ہے ، اور کبھی اس کے سامنے جا کر حساب بھی دینا ہے ، تو ذرا اس بات پر بھی غور کر لو کہ آخر یہ حرام کی کمائی کس کے لئے کرتے ہو ؟ کیا اپنے جسم و جان کی پرورش کے لئے ؟ مگر یہ جسم و جان تو اس خدمت پر تمہارے احسان مند نہ ہونگے ، بلکہ تمہارے خلاف خدا کے ہاں الٹا استغاثہ کریں گے - کہ تو نے ہمیں اس ظالم کی امانت میں دیا تھا ، اور اس نے ہمیں حرام کھلا کھلا کر پرورش - پھر کیا بیوی بچوں کے لئے یہ کرتے ہو ؟ مگر یہ بھی قیامت کے روز تمہارے دشمن ہونگے ، اور تم پر الٹا الزام رکھیں گے - کہ یہ ظالم خود بھی بگڑا ، اور ہمیں بھی بگاڑ آیا - پھر آخر یہ عذاب الٰہی کے خطرے میں اپنے آپ کو کس لئے ڈال رہے ہو ؟ وہ

باقی صفحہ ۶۰ پر